B.A, Part-1, URDU(Hons)

Paper-1 (Poetry)

Topic: Mir Taqi Mir ki Gazal ki Tashreeh

Notes By:
Dr. Masroor Ahmad Haidri,
Department of Urdu,
J.K College, Biraul, Darbhanga.

میر تقی میر کی غزل کی تشریح

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

یہ شعر میر تقی میر کی غزل کا مطلع ہے۔نہایت سادگی کے ساتھ شاعر فلسفہ حیات بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں کی تمام چیزیں اور انسان کی زندگی ناپائیدار ہے۔حباب کی طرح محض چند دنوں اور چند سالوں کی زندگی ہے۔اس کے بعد موت برحق ہے، ہمیں موت کے آغوش میں جانا ہوگا۔ہماری تمام نمائشی کارگذاریاں سراب کی طرح فریب نظر ثابت ہوتی ہیں۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

یہ شعر میر تقی میر کی غزل سے ماخوذ ہے۔اس میں رنگ تغزل کی بہترین مثال موجود ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر اپنے محبوب کا سراپا بیان کررہا ہے۔لیکن موت اور زندگی کے نازک رشتہ کو گلاب کی پنکھڑی سے تعبیر کیا گیا ہے۔جس طرح خوبصورت گلاب کی نازک پنکھڑیاں ہوا کے جھونکے سے بکھر کر خاک آلود ہوجاتی ہیں، اسی طرح ہمارا خاکی وجود موت کے آغوش میں ایک معمولی بہانے سے دوچار ہوجاتی ہے۔موت اور زندگی کا فیصلہ ہماری مرضی سے بالاتر ہے۔
اسی مضمون کو ذوقؔ کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے۔

لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

یہ شعر میر تقی میر کی غزل سے ماخوذ ہے۔ واردات عشق کی ایک کیفیت یہ بھی ہوتی ہے کہ بار بار معشوق کی گلیوں کی خاک چھاننا عاشق کا مشغلہ ہو جاتا ہے۔ یہ حالت اضطراب ہوتی ہے۔ معشوق کی ایک جھلک پانے، اس کی نظر کرم کا لطف اٹھانے جیسی کیفیت بار بار دل میں ابھرتی ہے۔ مضطرب ہو کر حالت جنوں میں کوچہ جاناں کی سیر کی جاتی ہے۔ اس کیفیت کے بیان کے ساتھ مذکورہ شعر میں موت و زندگی کی کشمکش کی ایک خوبصورت تعبیر بھی ہے۔ انسان جب کبھی شدید بیمار ہو جاتا ہے، اس وقت زندگی سے ناامید ہو کر گناہوں کی معافی چاہتا ہے اور توبہ و استغفار کی تکرار کرتا ہے۔ یہ حالت اضطرابی ہوتی ہے کیوں کہ اس فانی دنیا سے نجات پانے کے بعد ہی ابدی زندگی کی راحت حاصل ہوتی ہے۔

میں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اسی خانہء خراب کی سی ہے

اس شعر میں عشق کی ایک کیفیت بیان کی گئی ہے۔ عشق کی آگ عاشق و معشوق دونوں کے دل کو جلاتی ہے۔ عاشق بے قرار اور بے چین ہو جاتا ہے۔ وصل کی تمنا اس کے دل میں جوش و جنون بن کر مچلتی نظر آتی ہے۔ دوسری طرف معشوق بھی منتظر ہوتا ہے۔ اس کی سماعت و بصارت کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکن بھی تیز ہو جاتی ہے۔ عاشق کی آواز پر دوڑنا اور لپکنا اس کی ادا بن جاتی ہے۔

میرؔ ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

یہ شعر میر تقی میر کی غزل کا مقطع ہے۔ رنگ تغزل میں محبوب کا سراپا بیان کرنا ایک عمدہ فنکاری ہے۔ شراب کی مستی میں آنکھوں کا نیم باز ہونا ایک عمومی تجربہ ہے۔ لیکن شاعر نے اس کو استعارہ کی شکل میں استعمال کیا ہے کہ دنیا کی لذتوں میں گرفتار انسان جب سرمست ہو جاتا ہے تو اس پر نیم غفلت کی کیفیت چھا جاتی ہے۔ اس عالم میں وہ ایسا مدہوش ہو جاتا ہے کہ وقتی طور پر وہ مقصد زندگی کو بھول جاتا ہے۔ فراموشی کے اس عالم میں ارتکاب جرم بھی کرتا ہے۔ لیکن جب سرمستی اور سرشاری سے باہر نکلتا ہے تو اپنے